Dialogue Social Science Review (DSSR)
www.thedssr.com

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146

DIALOGUE SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol. 3 No. 3 (March) (2025)

A Historical and Critical Study of the Compilation of Hadith

تدوینِ حدیث کا تاریخی وتنقیدی مطالعہ

Dr. Muhammad Amin
Visiting faculty member, University of Layya, Layyah
Email: m.ameenss@gmail.com

Uzma Yaseen
Visiting faculty member, University of Layya, Layyah

Nadir Akram
BS Islamic Studies (Student), University of Layya, Layyah

Abstract
The following research topic studies the compilation and development of hadith . In this regard, it has been seen what the types of hadith are, how the hadith of the Prophet (peace and blessings of Allaah be upon him) reached us, what stages were passed through to test the reliability of its narration, and how the authentic and unauthentic narrations were distinguished. Which of the Companions (may Allah be pleased with them) performed what work in the service of Hadith, and whose work is most noteworthy in this regard? Furthermore, who are the figures among the Tabi'in and Taba' Tabi'in who played a role in accurately conveying the sayings and actions of the Messenger of Allah (ﷺ) to us? In this regard, it was also studied how the fabricated traditions entered the Hadiths of the Messenger of Allah (ﷺ) and what are the reasons for their entry.

Key Words: Hadith, Introduction, Development, Fabricated, Traditions.

درج ذیل تحقیقی موضوع میں حدیث کی تدوین اور وضعِ حدیث کے بارے میں مطالعہ کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں یہ دیکھا گیا ہے کہ حدیث کی اقسام کونسی ہیں اور حدیثِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہم تک کس طرح پہنچی اور کن مراحل سے گزر کر اس کے استناد کی ثقاہت کو پرکھا گیا اور صحیح اور سقیم اسناد کو کس طرح ممتاز کیا گیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم میں سے کس کس نے حدیث کی خدمت میں کونسا کام سر انجام دیا اور کن لوگوں کا کام اس سلسلے میں زیادہ قابلِ ذکر ہے۔ مزید براں تابعین اور تبع تابعین میں سے وہ کونسی شخصیات ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے اقوال وافعال کو ٹھیک طرح ہم تک پہنچانے میں کردار ادا کیا ۔ اس سلسلے میں اس بات کا بھی مطالعہ کیا گیا کہ احادیثِ رسول ﷺ میں موضوع روایات کس طرح داخل ہوئیں اور ان کے دخول کی وجوہات کونسی ہیں۔ ذیل میں ان سب کی تفصیل مذکور ہے:

حدیث کا معنی و مفہوم:

لغوی معنی **:**حدیث کے لغوی معنی بات چیت، نئی چیز، بیان، ذکر، قصہ، کہانی، تاریخ یا سند ہے۔

اصطلاحی معنی **:**اصطلاح میں حدیث سے مراد وہ اقوال و اعمال اور تقریر(تصویب) مراد ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی جانب منسوب ہوں۔

یعنی وہ باتیں، اعمال اور وہ فیصلے جنہیں نبی کریم ﷺ نے اپنی زندگی میں فرمایا، کیے، یا جن پر آپ ﷺ نے خاموشی کے ساتھ اپنی رضامندی ظاہر کی۔ یہ نبی ﷺ کی زندگی کا وہ حصہ ہے جو مسلمانوں کے لیے رہنمائی فراہم کرتا ہے اور شریعتِ اسلامی کا اہم ماخذ ہے۔

Dialogue Social Science Review (DSSR)
www.thedssr.com

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146

DIALOGUE SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol. 3 No. 3 (March) (2025)

حدیث، قرآن کی رُو سے:

قرآن کریم میں حدیث کی اہمیت اور وضاحت کُچھ اس طرح سے بیان فرمائی گئی ہے؛

1۔ وَ مَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡہَوٰی ؕ اِنۡ ہُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی۔ [1]

ترجمہ: اور یہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتے، یہ تو خالص وحی ہے جو ان کے پاس بھیجی جاتی ہے۔

2۔ وَ مَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡهُ، وَ مَا نَهٰىكُمۡ عَنۡهُ فَانۡتَهُوۡا ۚ [2]

ترجمہ: اور رسول تمہیں جو کچھ دیں، وہ لے لو، اور جس چیز سے منع کریں، اس سے رک جاؤ۔

3۔ مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ ۚ [3]

ترجمہ: جو رسول کی اطاعت کرے، اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

4۔ قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ وَ یَغۡفِرۡ لَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ ؕ وَ اللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ۔ [4]

ترجمہ: اے نبی! لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو، تو میری پیروی اختیار کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خطاؤں کو در گزر فرمائے گا۔ وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحیم ہے۔

5۔فَلَا وَ رَبِّکَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوۡکَ فِیۡمَا شَجَرَ بَیۡنَہُمۡ ثُمَّ لَا یَجِدُوۡا فِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیۡتَ وَ یُسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا۔ [5]

ترجمہ: نہیں، (اے پیغمبر!) تمہارے پروردگار کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک یہ اپنے باہمی جھگڑوں میں تمہیں فیصل نہ بنائیں، پھر تم جو کچھ فیصلہ کرو اس کے بارے میں اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں، اور اس کے آگے مکمل طور پر سر تسلیم خم کر دیں۔

6۔ وَ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الذِّکۡرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیۡہِمۡ وَ لَعَلَّہُمۡ یَتَفَکَّرُوۡنَ ۔ [6]

ترجمہ: اور (اے پیغمبر!) ہم نے تم پر بھی یہ قرآن اس لیے نازل کیا ہے تا کہ تم لوگوں کے سامنے ان باتوں کی واضح تشریح کر دو جو ان کے لیے اتاری گئی ہیں، اور تا کہ وہ غور و فکر سے کام لیں۔

تمام مذکورہ آیات اس حقیقت پر مہر ثبت کرتی ہیں کہ احادیثِ رسول ﷺ وحی الٰہی کا جزو ہیں اور قرآن مجید کی حقیقی تفسیر و تشریح کا ذریعہ ہیں۔ ان کے بغیر نہ صرف دین کی گہرائی اور حکمت کو سمجھنا ممکن نہیں بلکہ عملی زندگی میں دین کے مکمل نفاذ کی راہ بھی مسدود ہو جاتی ہے۔ احادیث، قرآن کے اجمال کو تفصیل بخشتی ہیں، اس کی حدود و قیود کو واضح کرتی ہیں اور انسانی زندگی کے ہر گوشے میں شریعت کی رہنمائی کو مؤثر اور کارآمد بناتی ہیں۔ یوں دین کی حقیقی تفہیم اور اس پر عمل پیرا ہونے کے لیے احادیثِ رسول ﷺ کا فہم اور ان کی پیروی ناگزیر ہے۔

حضرت عمران بن حُصَین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ایک واقعہ گہرے تدبر کا متقاضی ہے، جہاں ایک شخص نے آپ سے سوال کیا اور آپ نے جواب میں حدیث مبارکہ بیان فرمائی۔ جب اس شخص نے اصرار کیا کہ جواب صرف کتاب اللہ سے دیا جائے، تو آپ نے نہایت حکمت سے فرمایا: انک امرء احمق، یعنی "تم ایک نادان شخص ہو۔" پھر آپ نے استدلال کے طور پر مختلف نمازوں کی تعدادِ رکعات اور ان کی ہیئت کا ذکر کیا، جیسے ظہر کی چار رکعات جن میں قرأت بالجہر نہیں کی جاتی۔ اسی طرح زکوٰۃ اور دیگر عبادات کے تفصیلی احکام کا حوالہ دیتے ہوئے آپ نے سوال کیا: "کیا یہ تمام تفصیلات تمہیں قرآن میں صراحتاً ملتی ہیں؟"

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت بصیرت کے ساتھ یہ نکتہ واضح کیا کہ قرآن مجید ان امور کو اجمالی انداز میں بیان کرتا ہے، جب کہ ان کی مکمل تشریح اور تفصیل احادیثِ رسول ﷺ میں موجود ہے۔

اس واقعے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن اور حدیث ایک دوسرے کے لازم و ملزوم ہیں، اور شریعت کے عملی نفاذ کے لیے حدیث کا علم اور اس پر عمل ناگزیر ہے، کیونکہ حدیث ہی وحی الٰہی کے ان اجمالات کو تفصیل و وضاحت کے ساتھ پیش کرتی ہے۔

حدیث، حدیث کی رُو سے:

خود سرورِ کائنات ﷺ نے اپنی احادیث پر عمل پیرا ہونے اور انہیں مضبوطی سے تھامے رکھنے کی بارہا تاکید فرمائی ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے فرمودات کو محض نصیحت کے درجے میں نہیں چھوڑا بلکہ ان کی حیثیت کو دین کی تکمیل اور اس کے نفاذ کے لیے ناگزیر قرار دیا۔ آپ ﷺ نے واضح طور پر ارشاد فرمایا کہ میرے کلمات کو محفوظ رکھو اور ان پر عمل کرو، کیونکہ وہی دین کی صحیح تعبیر اور الہامی احکام کی تفہیم کا ذریعہ ہیں۔ آپ ﷺ کی اس تاکید میں یہ حکمت پوشیدہ ہے کہ اگر فرامینِ رسول کو پسِ پشت ڈالا جائے، تو دین کا فہم ناقص اور اس کی عملی تصویر نامکمل رہ جائے گی۔ لہٰذا، آپ ﷺ کی احادیث نہ صرف اطاعت کے لائق ہیں بلکہ وہ دین کے تحفظ اور اس کی جامعیت کے لیے بنیاد کی حیثیت رکھتی ہیں۔

Dialogue Social Science Review (DSSR)
www.thedssr.com

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146

DIALOGUE SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol. 3 No. 3 (March) (2025)

1۔ عَن مَالك بن أنس مُرْسَلًا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا: كِتَابَ اللَّهِ وَسُنَّةَ رَسُولِهِ۔ [7]

"حضرت مالک بن انس ؒمرسل روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، پس جب تک تم ان دونوں پر عمل کرتے رہو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے، (یعنی) اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت۔"

2۔ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْكِتَابَ وَ مِثْلَهُ مَعَهُ، أَلَا يُوشِكُ رَجُلٌ شَبْعَانُ عَلَى أَرِيكَتِهِ، يَقُولُ: عَلَيْكُمْ بِهَذَا الْقُرْآنِ فَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَلَالٍ فَأَحِلُّوهُ وَ مَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوهُ، أَلَا لَا يَحِلُّ لَكُمْ لَحْمُ الْحِمَارِ الْأَهْلِيِّ وَ لَا كُلُّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبُعِ وَ لَا لُقَطَةُ مُعَاهِدٍ، إِلَّا أَنْ يَسْتَغْنِيَ عَنْهَا صَاحِبُهَا، وَ مَنْ نَزَلَ بِقَوْمٍ فَعَلَيْهِمْ أَنْ يَقْرُوهُ فَإِنْ لَمْ يَقْرُوهُ فَلَهُ أَنْ يُعْقِبَهُمْ بِمِثْلِ قِرَاهُ . [8]

"حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "خبردار! مجھے قرآن کے ساتھ اس جیسی ایک اور چیز بھی دی گئی ہے۔ عنقریب ایسے ہو گا کہ ایک پیٹ بھرا (آسودہ حال) آدمی اپنے تخت یا دیوان پر بیٹھا کہے گا کہ اسی قرآن کو اختیار کر لو، جو اس میں حلال ہے اسے حلال جانو اور جو اس میں حرام ہے اسے حرام سمجھو۔ خبردار! تمہارے لیے پالتو گدھے، نیش دار درندے اور کسی ذمی (کافر) کا گرا پڑا مال اٹھا لینا حلال نہیں، إِلَّا یہ کہ اس کا مالک اس سے بے پروا ہو۔ اور جو کوئی کسی قوم کے پاس جائے تو ان پر واجب ہے کہ اس کی مہمانی کریں، اگر وہ اس کی مہمانی نہ کریں تو اسے حق حاصل ہے کہ اپنی مہمانی کے مثل ان سے بذریعہ طاقت حاصل کر لے۔"

3۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّهُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَنْ أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ فَقَالَ: لَقَدْ ظَنَنْتُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَنْ لَا يَسْأَلَنِي عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ أَحَدٌ أَوَّلُ مِنْكَ، لِمَا رَأَيْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَى الْحَدِيثِ، أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ: مَنْ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ خَالِصًا مِنْ قِبَلِ نَفْسِهِ۔ [9]

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! قیامت کے دن آپ کی شفاعت کی سعادت سب سے زیادہ کون حاصل کرے گا؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے ابوہریرہ! میرا بھی خیال تھا کہ یہ حدیث تم سے پہلے اور کوئی مجھ سے نہیں پوچھے گا، کیونکہ حدیث کے لینے کے لیے میں تمہاری بہت زیادہ حرص دیکھا کرتا ہوں۔ قیامت کے دن میری شفاعت کی سعادت سب سے زیادہ اسے حاصل ہو گی جس نے کلمہ لا إله إلا الله خلوص دل سے کہا۔"

حدیث کی ضرورت و اہمیت :

حدیثِ نبوی ﷺ قرآن مجید تک رسائی کا بنیادی وسیلہ ہے، اور اس حقیقت کو نظر انداز کرنا ممکن نہیں کہ ہم قرآن کے متن، اس کی ترتیب اور اس کے نزول کے پس منظر تک صرف حدیث کے ذریعے ہی پہنچتے ہیں۔ مثال کے طور پر، یہ بات ہمارے علم میں ہے کہ قرآن کی پہلی نازل شدہ آیات سورۃ العلق کی ابتدائی آیات ہیں: اقرأ باسم ربک الذی خلق... علم الانسان ما لم یعلم۔ یہ علم ہم تک حدیث کی ان روایات کے ذریعے پہنچا ہے جن میں غارِ حرا کے واقعہ اور وحی کے آغاز کا ذکر ملتا ہے۔ اگر ان روایات کا وجود نہ ہو یا ان پر ہمارا ایمان نہ ہو، تو ان آیات کی تاریخی حقیقت اور سیاق و سباق ہمارے لیے گم ہو جائے گا۔

اسی طرح، قرآن کریم کی موجودہ ترتیب کا تعین بھی حدیث کے بغیر ممکن نہیں۔ اگرچہ پہلی نازل شدہ آیات سورۃ العلق کی ہیں، لیکن تلاوت کا آغاز سورۃ الفاتحہ سے ہوتا ہے۔ یہ ترتیب کسی ذاتی قیاس یا اجتہاد کا نتیجہ نہیں، بلکہ نبی اکرم ﷺ کی ہدایت ہے۔ اور یہ ہدایت ہمیں حدیث کے ذریعے معلوم ہوتی ہے، جہاں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے نبی اکرم ﷺ کی تلاوت کی ترتیب کو محفوظ کیا اور امت تک منتقل کیا۔

پھر، قرآن کریم کے جمع و تدوین کے عمل کو دیکھیں تو یہ حقیقت مزید واضح ہوتی ہے کہ حدیث کا کردار کس قدر اہم ہے۔ حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلیفۂ وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم پر قرآن کریم کو کتابی شکل میں مرتب کیا، اور اس کام کے لیے ایک اصول وضع کیا کہ ہر آیت کی تحریر سے قبل کم از کم دو صحابہ اس کی گواہی دیں گے کہ انہوں نے یہ آیت نبی اکرم ﷺ سے سنی ہے۔ اس بنیاد پر قرآن کریم کا مصحف تیار ہوا، جو آج تک محفوظ ہے۔

یہ تمام واقعات ہمیں اس بات کا شعور دیتے ہیں کہ قرآن کریم کے متن، اس کی ترتیب اور اس کی حفاظت کے تمام مراحل میں حدیث مرکزی حیثیت رکھتی ہے۔ لہٰذا، جو لوگ حدیث کو قرآن سے الگ سمجھتے ہیں یا اسے غیر ضروری قرار دیتے ہیں، وہ دراصل قرآن تک پہنچنے کے اس واحد وسیلے کو منقطع کر رہے ہیں جو خود قرآن کی تصدیق اور تحفظ کی بنیاد ہے۔ یوں کہا جائے تو قرآن پر ایمان لانے کے لیے حدیث پر ایمان لانا اولین شرط ہے، کیونکہ حدیث کے بغیر قرآن تک رسائی ممکن ہی نہیں۔

Dialogue Social Science Review (DSSR)
www.thedssr.com

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146

DIALOGUE SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol. 3 No. 3 (March) (2025)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کے ساتھ ساتھ جناب نبی اکرم ﷺ کی اطاعت کو بھی واجب قرار دیا ہے اور آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی کو قیامت تک کے لیے امت مسلمہ کے لیے اسوۂ حسنہ کا درجہ عطا فرمایا ہے۔ یہ منصب محض ایک رسمی حیثیت نہیں، بلکہ اس کے تقاضے ہیں کہ مسلمان آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کو ہر پہلو سے اپنا معیارِ عمل بنائیں اور آپ ﷺ کے اقوال، افعال اور فیصلوں کو اپنی زندگی کے ہر معاملے میں رہنما بنائیں۔

یہ عظیم ذمہ داری تبھی ادا کی جا سکتی ہے جب امت کو آپ ﷺ کے اقوال و ارشادات، آپ ﷺ کے عملی نمونے اور حیاتِ مبارکہ کے مختلف واقعات تک مکمل اور مستند رسائی حاصل ہو۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ علم اور یہ رہنمائی کہاں سے حاصل ہو؟ اس کا جواب واضح ہے: یہ سب کچھ حدیثِ نبوی ﷺ کے ذریعے ہی ممکن ہے۔

اگر حدیث کو نظرانداز کر دیا جائے تو ہمیں یہ معلوم ہی نہیں ہو سکتا کہ نبی اکرم ﷺ نے کسی معاملے میں کیا حکم دیا، کن امور کو پسند فرمایا اور کن چیزوں سے منع کیا۔ نیز، اُن کے افعال اور طرزِ عمل، جو دین کی حقیقی تشریح ہیں، ہماری نظروں سے اوجھل ہو جائیں گے۔ حدیث ہی وہ آئینہ ہے جس میں حضور اقدس ﷺ کی منشا اور سنت کا مکمل عکس دکھائی دیتا ہے اور اس کے بغیر امت کے لیے آپ ﷺ کی پیروی ناممکن ہو جاتی ہے۔

چنانچہ، رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور اسوۂ حسنہ کو عملی زندگی میں نافذ کرنے کے لیے حدیث سے رجوع نہ صرف ضروری ہے بلکہ ناگزیر ہے۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ حدیث کے بغیر مسلمان دین کی صحیح روح اور اس کے حقیقی معانی تک رسائی حاصل نہیں کر سکتے۔

قرآن کریم کی کسی آیت کے سمجھنے میں اگر کسی نوع کی الجھن پیدا ہو تو اس کا حل تلاش کرنے کے لیے سب سے پہلا اور اہم ذریعہ نبی اکرم ﷺ کی ہدایات و وضاحتیں ہیں۔ آپ ﷺ چونکہ قرآن کے حقیقی شارح ہیں اور اللہ کے نمائندہ ہیں، اس لیے آپ ﷺ کے اقوال و افعال ہی قرآن کے مفاہیم کو سمجھنے کا درست اور مستند ذریعہ ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی جب کسی آیت یا اس کی تفصیل میں پریشانی محسوس کرتے تھے، تو وہ فوراً نبی اکرم ﷺ سے رجوع کرتے تھے تاکہ آپ ﷺ کی وضاحت سے وہ الجھن دور ہو جائے۔ اس کی گواہی حدیث و تفسیر کی کتابوں میں ہمیں بے شمار واقعات کے ذریعے ملتی ہے۔

ایک مثال کے طور پر، قرآن کی ایک آیت

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۭ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ [10]

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنی فکر کرو، کسی دوسرے کی گمراہی سے تمہارا کچھ نہیں بگڑتا اگر تم خود راہِ راست پر ہو، اللہ کی طرف تم سب کو پلٹ کر جانا ہے، پھر وہ تمہیں بتا دے گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو۔

اس آیت کا ظاہری مفہوم یہ تھا کہ مومنوں کو اپنی ہدایت کی فکر کرنی چاہیے، دوسروں کی گمراہی سے انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ لیکن اس آیت کا مطلب یہ نہیں کہ مسلمانوں کو معاشرتی اصلاح کے عمل سے دستبردار ہو جانا چاہیے، کیونکہ قرآن میں دوسری جگہ مسلمانوں کو اپنے خاندان اور معاشرے کی اصلاح کا حکم بھی دیا گیا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ ۭ [11]

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو، بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔

جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرتدین، منکرینِ ختم نبوت اور مانعینِ زکوٰۃ کے خلاف جنگ کا آغاز کیا، تو کسی نے یہ آیت (المائدہ:105) پیش کر کے ان کے اس اقدام پر سوال اٹھایا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً اس آیت کی حقیقت کو واضح کرنے کے لیے نبی اکرم ﷺ کی حدیث کا حوالہ دیا اور کہا کہ اس آیت کا حکم عام حالات کے لیے نہیں، بلکہ فتنوں کے دور کے بارے میں ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات بتائی کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ جب فتنوں کی شدت اور دنیاوی آزمائشوں کی وجہ سے ایمان کی حفاظت مشکل ہو جائے، تو تب اپنی حفاظت کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کی آیات کے صحیح مفہوم اور مصداق کو سمجھنے کے لیے نبی ﷺ کی وضاحتوں اور تشریحات کا سہارا لینا ضروری تھا، اور صحابہ کرام بھی ہمیشہ ان وضاحتوں سے ہی فائدہ اٹھاتے تھے۔ اس لیے ہمیں بھی اپنی زندگی میں قرآن کے مفہوم کو درست طور پر سمجھنے کے لیے حدیث کا ہی سہارا لینا پڑتا ہے۔ حدیث کے بغیر، ہم قرآن کی صحیح تشریح تک نہیں پہنچ سکتے، کیونکہ قرآن کی آیات

Dialogue Social Science Review (DSSR)
www.thedssr.com

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146

DIALOGUE SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol. 3 No. 3 (March) (2025)

کی تفصیل اور اس کی تفسیر کے بارے میں جو وضاحتیں نبی اکرم ﷺ نے فرمائیں، وہ ہمیں صرف اور صرف احادیث میں ملتی ہیں۔

قرآن مجید کی آیات کریمہ پر بعض غیر مسلموں نے اعتراضات کیے، جن کا جواب نبی اکرم ﷺ نے براہِ راست اپنی حکمت اور بصیرت کے ذریعے عنایت فرمایا۔ مثلاً سورۃ التوبہ کی آیت

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ [12]

ترجمہ: انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا اپنا ربّ بنا لیا ہے۔

اس پر حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جو قبولِ اسلام سے قبل مسیحی سردار تھے، نے اشکال کیا کہ عیسائیوں میں ایسا تو نہیں ہوتا کہ علماء و مشائخ کو رب مانا جائے۔ نبی اکرم ﷺ نے ان کے سوال کا جواب دیتے ہوئے وضاحت فرمائی کہ رب بنانے کا مطلب یہ نہیں کہ ان کے سامنے سجدہ کیا جاتا ہو یا انہیں الوہیت کا لقب دیا جاتا ہو، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ علماء و مشائخ حلال و حرام کے فیصلے اپنی طرف سے کرتے تھے اور ان کے پیروکار انہیں تسلیم کرتے تھے۔ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اعتراف کیا کہ ان کے مذہبی رہنما یہ اختیار رکھتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہی اختیار، جو صرف اللہ تعالیٰ کا ہے، اگر کسی اور کو دیا جائے تو وہ رب بنانے کے مترادف ہے۔

یہی بات آج بھی بعض مذاہب میں دیکھی جا سکتی ہے، جیسا کہ کیتھولک عیسائیوں میں پاپائے روم کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ کسی شے کو حلال یا حرام قرار دے سکتے ہیں، اور ان کے پیروکار اسے قبول کرتے ہیں۔ اسلام میں یہ اختیار مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کے پاس محفوظ ہے۔ اگر کسی شخصیت کو یہ حق حاصل ہو سکتا تو وہ صرف نبی اکرم ﷺ کی ذات ہوتی، مگر قرآن نے خود اس خیال کی نفی کی، جیسا کہ سورۃ التحریم میں اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ [13]

اے نبی (ﷺ)، تم کیوں اس چیز کو حرام کرتے ہو جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کی ہے؟

الغرض یہ کہ قرآن کریم کے الفاظ، جملوں، آیات اور سورتوں تک رسائی کی بات ہو، یا اس کی ترتیب کے مسائل پر غور کیا جائے، چاہے مصحفِ قرآنی کی بنیاد و ماخذ کی تحقیق مطلوب ہو، یا کسی آیت کے مفہوم کو سمجھنے میں مشکل پیش آئے، ان تمام امور کی وضاحت اور حل کے لیے حدیث ناگزیر ہے۔ حتیٰ کہ اگر قرآن کریم کی کسی بات پر غیر مسلموں کے اعتراضات کا جواب دینا ہو، تو بھی حدیث کے بغیر یہ فریضہ سرانجام نہیں دیا جا سکتا۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے ان تمام علمی مسائل کی روشنی میں فرمایا کہ تمام علومِ دینیہ کی جڑ اور بنیاد علمِ حدیث ہے۔ حدیث ہی وہ ذریعہ ہے جس سے ہمیں قرآن کی حقیقی تفہیم نصیب ہوتی ہے، یہی حدیث ہمیں سنت کا علم عطا کرتی ہے اور اسی پر فقہ کی بنیاد استوار ہوتی ہے۔ پس، حدیثِ نبوی ﷺ علومِ اسلامی کا وہ سرچشمہ ہے جس کے بغیر دینی معاملات کا فہم ممکن نہیں۔

تدوین حدیث:

تدوینِ حدیث ایک ایسا عمل ہے جس میں احادیث کو مکمل طور پر جمع کر کے اس کو منظم صورت میں ترتیب دے کر تصنیف کیا جاتا ہے تاکہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث لوگوں تک بالکل درست انداز میں پہنچ سکیں اور اس میں کسی قسم کی کجی باقی نہ رہے۔

عہدِ رسالت میں تدوین حدیث کی ممانعت :

عہد نبوی ﷺ میں احادیث کے تحفظ کا بنیادی وسیلہ زبانی روایت تھا، جو عرب معاشرے کی حیرت انگیز حافظے کی صلاحیت اور روایتی ثقافت کا مظہر تھا۔ عرب اپنی یادداشت کے غیر معمولی کمال کے سبب معروف تھے، اور یہی مہارت احادیث کے الفاظ کو من و عن محفوظ رکھنے میں معاون ثابت ہوئی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین احادیث کو نہایت توجہ اور انہماک سے سنتے، پھر انہیں حرف بہ حرف یاد کر کے آگے منتقل کرتے، یوں یہ سلسلہ مضبوط اور مستند روایات کی بنیاد بن گیا۔

گو کہ عہد رسالت ﷺ میں تدوین حدیث کا عمل وسیع پیمانے پر نہیں کیا گیا، لیکن اسے قطعی ممنوع بھی نہیں ٹھہرایا گیا۔ چند مواقع پر احادیث کو تحریر کے ذریعے بھی محفوظ کیا گیا، جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ زبانی اور تحریری دونوں طریقے تحفظ حدیث کے لیے اختیار کیے گئے۔ یہ ابتدائی کوششیں آگے چل کر تدوین حدیث کے باقاعدہ عمل کی بنیاد بنیں اور اسلامی علم کی تاریخ میں ایک سنگ میل کی حیثیت اختیار کر گئیں۔

بعثتِ نبوی ﷺ کے ابتدائی ایام میں تعلیماتِ اسلام کا فروغ ایک حساس مرحلے سے گزر رہا تھا۔ اس وقت قرآنِ مجید کی وحی کا نزول جاری تھا، اور رسول اللہ ﷺ بحیثیت معلم و رہنما، صحابہ کرام کو براہ راست تعلیم دے رہے تھے۔ آپ ﷺ کے الفاظ، خواہ وحی قرآنی ہوں یا دیگر ارشادات، صحابہ کے دل و دماغ پر نقش ہو

Dialogue Social Science Review (DSSR)
www.thedssr.com

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146

DIALOGUE SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol. 3 No. 3 (March) (2025)

جاتے تھے۔ تاہم، حدیث کی تدوین و تحریر کے حوالے سے آپ ﷺ نے ابتدا میں ایک منفرد حکمتِ عملی اپنائی اور احادیث کو لکھنے سے منع فرمایا۔

اس ممانعت کی سب سے اہم وجہ قرآنِ کریم کو دیگر اقوال سے ممتاز و محفوظ رکھنا تھا۔ قرآن اس وقت لفظاً و معناً قلوب میں نقش ہو رہا تھا، اور یہ خدشہ تھا کہ دیگر اقوال و احادیث کے تحریری جمع ہونے سے عوام الناس ان کو قرآن کے ساتھ خلط ملط نہ کر بیٹھیں۔ اسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا:

لا تکتبوا عنی غیر القرآن، و من کتب عنی غیر القرآن فلیمحه۔ [14]

"مجھ سے (سنی ہوئی باتیں) مت لکھو، جس نے قرآن مجید (کے ساتھ اس) کے علاوہ میری کوئی بات (حدیث) لکھی وہ اس کو مٹا دے۔"

یہ حکم قرآن کے متن کو ہر طرح کی آمیزش سے پاک رکھنے کے لیے تھا تا کہ اس کی فصاحت و بلاغت اور اعجاز محفوظ رہے۔

علاوہ ازیں، عربوں کی مضبوط زبانی یادداشت احادیث کے حفظ و روایت کے لیے کافی تھی۔ زبانی روایت کا یہ فائدہ تھا کہ الفاظ کے ساتھ ان کے سیاق و سباق اور عملی تشریح بھی محفوظ رہتی تھی۔ تاہم، یہ پابندی عارضی تھی۔ جیسے ہی قرآن مکمل طور پر جمع ہو گیا، آپ ﷺ نے احادیث لکھنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ یہ ممانعت نبی اکرم ﷺ کی بعید النظر حکمت عملی کا مظہر تھی، جو قرآن و سنت کو محفوظ رکھنے کے لیے ضروری تھی۔ بعد میں، احادیث کی تدوین و ترتیب نے دین کی تفہیم میں ایک اہم کردار ادا کیا، جس سے اس ابتدائی ممانعت کی ضرورت و حکمت بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔

تدوین حدیث کی اجازت :

احادیث نبویہ پر یہ اعتراض کہ یہ نبی اکرم ﷺ کے تقریباً ڈیڑھ صدی بعد مدون کی گئیں اور اس وجہ سے ان میں غلطی کے امکانات زیادہ ہیں، ایک ایسا شبہ ہے جسے عموماً دین کے احکام و اصول سے انحراف کے لیے بنیاد بنایا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ طرزِ فکر دین میں انفرادی خواہشات اور من مانی تشریحات کا دروازہ کھولنے کی کوشش ہے۔

امتِ مسلمہ کا ہمیشہ سے یہ اجماعی موقف رہا ہے کہ حدیثِ نبوی قرآن کے ساتھ دین کا ایک بنیادی اور ناگزیر ماخذ ہے۔ قرآن مجید کی تشریح، احکامِ شریعت کی تفصیل اور عملی زندگی میں دین کے نفاذ کے لیے احادیث ناگزیر رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔ بدقسمتی سے، ہمارے عہد میں جدید تعلیم یافتہ اذہان میں حدیث کی حجیت کے بارے میں شکوک پیدا کیے جا رہے ہیں تاکہ دینی شعور کو کمزور کیا جا سکے اور دین کے حقیقی فہم کو مبہم بنایا جا سکے۔

یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ احادیث کی تدوین کا عمل ایک منظم اور غیر معمولی احتیاط پر مبنی علمی روایت کا حصہ تھا، جس میں صداقت اور امانت کو یقینی بنانے کے لیے سخت اصول وضع کیے گئے۔ لہٰذا، احادیث کو رد کرنے کی روش در حقیقت دین کے بنیادی ڈھانچے کو کمزور کرنے کی مذموم کوشش ہے، جو امت کے متفقہ موقف اور علمی روایت کے سراسر منافی ہے۔

ذیل میں چند ایسی احادیث اور ارشادات نقل کیے جاتے ہیں جن سے احادیث نبوی کا باقاعدہ لکھا جانا اور محفوظ کیا جانا واضح ہوتا ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے میں جو کچھ سنتا وہ سب لکھ لیا کرتا تھا تاکہ اسے حفظ کر لوں۔ تو (بعض) قریشیوں نے مجھے منع کیا۔ انہوں نے کہا: تو ہر بات، جو سنتا ہے، لکھ لیتا ہے، حالانکہ رسول اللہ ﷺ ایک انسان ہیں غصے اور خوشی (دونوں حالتوں) میں گفتگو کرتے ہیں، تو میں نے لکھنا موقوف کر دیا اور یہ بات رسول اللہ ﷺ سے عرض کی۔ تو آپ ﷺ نے اپنے دہن مبارک کیطرف انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: "لکھا کرو، قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس سے سوائے حق کے اور کچھ نکلتا ہی نہیں ہے۔" [15]

حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: قَيِّدُوا الْعِلْمَ. قُلْتُ: وَ مَا تَقْيِيدُهُ؟ قَالَ: كِتَابَتُهُ۔ [16]

"حضرت ابن جریج، عطاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعے، عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں (آپ نے فرمایا) علم کو قید کرو (عبداللہ کہتے ہیں) میں نے عرض کی: اس کو کیسے قید کریں؟ فرمایا: لکھ کر۔ "

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كَتَبَ كِتَابَ الصَّدَقَةِ، فَلَمْ يُخْرِجْهُ إِلَى عُمَّالِهِ حَتَّى قُبِضَ فَقَرَنَهُ بِسَيْفِهِ فَلَمَّا قُبِضَ، عَمِلَ بِهِ أَبُو بَكْرٍ حَتَّى قُبِضَ، وَ عُمَرُ حَتَّى قُبِضَ... [17]

"رسول اللہ ﷺ نے زکاۃ کی دستاویز تحریر کرائی، ابھی اسے عمال کے پاس روانہ بھی نہیں کر سکے تھے کہ آپ کی وفات ہو گئی، اور اسے آپ نے اپنی تلوار کے پاس رکھ دیا، آپ وفات فرما گئے تو ابوبکر رضی اللہ

Dialogue Social Science Review (DSSR)
www.thedssr.com

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146

DIALOGUE SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol. 3 No. 3 (March) (2025)

تعالیٰ عنہ اس پر عمل پیرا رہے یہاں تک کہ وہ بھی فوت ہو گئے، ان کے بعد عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اسی پر عمل پیرا رہے، یہاں تک کہ وہ بھی فوت ہو گئے۔"

مندرجہ بالا روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ احادیثِ نبویہ کی حفاظت اور تدوین کا عمل عہدِ رسالت ہی میں ایک مضبوط اور مستحکم بنیاد پر استوار ہو چکا تھا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اخلاص، فکری بصیرت اور جذبۂ اطاعت نے اس عمل کو مزید استحکام بخشا۔ اگرچہ اس زمانے میں کتابت کا عام رواج نہیں تھا، تاہم زبانی روایت کی غیر معمولی مہارت، عملی اطاعت اور رسول اللہ ﷺ کی براہِ راست نگرانی نے احادیث کی صحت اور درستگی کو یقینی بنایا۔ بعد ازاں تدوینِ حدیث کا منظم اور باقاعدہ عمل انہی بنیادوں پر استوار ہوا، جس کے نتیجے میں آج امت کے پاس رسول اللہ ﷺ کے فرامینِ مبارکہ کا ایک معتبر اور مستند ذخیرہ محفوظ ہے۔ یہ امر اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ دینِ اسلام کی تعلیمات کی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں ایسے وسائل اور اسباب پیدا کیے جو نہ صرف امت کے لیے ہدایت کا ذریعہ بنے بلکہ قیامت تک رہنمائی کے سرچشمے کے طور پر برقرار رہیں۔

خلافتِ راشدہ میں تدوینِ حدیث :

خلافتِ راشدہ کا زمانہ اسلامی تاریخ کا وہ تابناک اور مثالی عہد ہے جس میں دینِ اسلام کی بنیادوں کو نہ صرف استحکام ملا بلکہ یہ دور امتِ مسلمہ کے لیے حقیقی رشد و ہدایت کا مینار ثابت ہوا۔ یہ عہد اسلامی ریاست کے سیاسی و انتظامی ڈھانچے کی مضبوطی کے ساتھ ساتھ دینی علوم کی نشر و اشاعت اور اسلامی اصولوں کے عملی نفاذ کا بے مثال مظہر تھا۔ خلفائے راشدین نے قرآن و سنت کی روشنی میں ایک ایسا نظامِ حکومت قائم کیا جو عدل و انصاف، مساوات اور اتحاد کی اعلیٰ اقدار پر مبنی تھا اور امت کو عملی طور پر اخوت و بھائی چارے کی عملی تصویر میں ڈھال دیا۔ اس دور میں نبی کریم ﷺ کی احادیث کے جمع و ترتیب کا آغاز ہوا، جو دینِ اسلام کی تعلیمات کو محفوظ کرنے کا ایک نہایت بنیادی اور تاریخی عمل تھا۔ خلافتِ راشدہ میں تدوینِ حدیث کی ابتدا نے علمِ حدیث کے مستقبل کے فروغ کی وہ بنیاد رکھی جس پر آنے والے ادوار میں اسلامی علوم کی عمارت کھڑی ہوئی۔

خلیفہ اوّل، سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تعلق اُن برگزیدہ ہستیوں میں سے ہے جنہوں نے دینِ اسلام کے تحفظ و اشاعت میں گہرے نقوش چھوڑے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے اقوالِ مبارکہ کو نہایت احتیاط اور باریک بینی سے جمع کیا، جس کی ایک روشن مثال وہ صحیفہ ہے جس میں پانچ سو احادیث درج تھیں۔ یہ ایک بے مثل علمی و عملی کارنامہ تھا، مگر آپ کی غیر معمولی احتیاط اور خوفِ خداوندی کے باعث اس مجموعے کو آگ کے حوالے کر دیا گیا۔

آپ نے اس اقدام کی وجہ خود بیان فرمائی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان احادیث میں کوئی روایت کسی ایسے شخص سے نقل کی گئی ہو جس پر آپ نے اعتماد تو کیا، مگر وہ حقیقت میں قابل اعتماد نہ ہو۔ اس احتیاط کا مقصد قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور کسی غیر معتبر روایت کا ذمہ دار بننے سے بچنا تھا۔

تاہم یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے براہِ راست رسول اللہ ﷺ سے متعدد احادیث سماعت فرمائیں اور کچھ دیگر صحابہ سے نقل کیں۔ موجودہ ذخیرۂ احادیث میں آپ سے منقول احادیث کی تعداد 142 ہے، جنہیں آپ نے براہ راست نبی اکرم ﷺ سے سنا۔ یہ قیاس غالب ہے کہ یہی وہ محفوظ حصہ ہے جو آپ کے صحیفے کا نچوڑ تھا، کیونکہ باقی احادیث کو ممکنہ اختلافات کی بنا پر تلف کردیا گیا۔

مزید برآں، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زکوٰۃ کے احکام پر مشتمل ایک دستاویز ان کے سپرد کی، جس میں رسول اللہ ﷺ کی ہدایات کا بیان تھا۔ یہ صحیح بخاری میں منقول ہے اور آپ کے عملِ کتابت کی ایک واضح دلیل ہے۔

اسی طرح مختلف مکاتیب میں بھی آپ نے بالتصریح نبی اکرم ﷺ کی احادیث بیان کیں، جو آپ کے جذبۂ احتیاط، دیانت اور علم کی گہرائی کا مظہر ہیں۔ آپ کا یہ عمل بعد کے ادوار کے لیے تدوینِ حدیث کی اساس اور اس فن میں احتیاط کی ایک لازوال مثال فراہم کرتا ہے۔

خلیفہ دوم، سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک خصوصی صحیفہ محفوظ تھا، جو آپ نے اپنی تلوار کے نیام میں رکھا ہوا تھا۔ یہ صحیفہ آپ کے ذاتی علم اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات پر مبنی تھا، جس میں زکوٰۃ، صدقات اور وراثت کے احکامات تفصیل سے درج تھے۔

Dialogue Social Science Review (DSSR)
www.thedssr.com

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146

DIALOGUE SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol. 3 No. 3 (March) (2025)

جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے احادیث اور دینی احکامات کو جمع کرنے کا اہتمام کیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قیمتی صحیفہ آپ کے خاندان سے ملا۔ اس صحیفے کی اہمیت اس وقت مزید اجاگر ہوئی، جب ایک مقدمہ وراثت کے متعلق پیش ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا : رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: "بیٹے نے یا باپ نے جو بھی جمع کیا ہو وہ اس کے عصبہ کا ہوتا ہے جو بھی ہوں۔" چنانچہ انہوں نے(اس فیصلے کی) ایک تحریر لکھی جس میں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور ایک اور آدمی کی گواہی ثبت کی۔ [18]

یہی تحریری دستاویز خلافتِ عبدالملک کے دور میں ایک مقدمہ کے دوران پیش کی گئی، جہاں خلیفہ عبدالملک نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فیصلے کو بنیاد بناتے ہوئے فیصلہ صادر فرمایا۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ صحیفہ نہ صرف دینی رہنمائی کا ایک ذریعہ تھا بلکہ بعد کے ادوار میں بھی فیصلوں کے لیے سند کی حیثیت رکھتا تھا۔

خلیفہ سوم، سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی حیاتِ مبارکہ علمی و عملی کمالات کا حسین مرقع تھی، جس میں سنتِ رسول ﷺ کی تبلیغ اور اس کی حفاظت کا جذبہ نمایاں طور پر جھلکتا ہے۔ آپ کے مکتوبات میں متعدد احادیثِ مبارکہ کا ذکر ملتا ہے، جن سے آپ کی دینی بصیرت اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات پر عمل کی رغبت واضح ہوتی ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سنتِ رسول ﷺ کی تبلیغ کے جذبے کا ایک عملی نمونہ اس وقت سامنے آیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وضو کے لیے پانی منگوایا اور وضو کیا تو دونوں ہاتھوں کو تین بار دھویا، پھر کلی کی اور (ناک میں پانی ڈال کر) ناک جھاڑی، پھر تین بار چہرہ دھویا، پھر تین بار دایاں بازو کہنیوں تک دھویا، پھر اسی طرح بایاں بازو دھویا، پھر اپنے سر کا مسح کیا، پھر تین بار اپنا دایاں پاؤں ٹخنوں تک دھویا، پھر اسی طرح بایاں پاؤں دھویا، پھر کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تھا کہ آپ نے اسی طرح وضو کیا جس طرح میں نے اب کیا ہے، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس شخص نے میرے اس وضو کی طرح وضو کیا، پھر اٹھ کر دو رکعتیں ادا کیں، ان دونوں کے دوران میں اپنے آپ سے باتیں نہ کیں، اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔" [19]

اس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نہ صرف سنتِ نبوی ﷺ کے امین تھے بلکہ اسے دوسروں تک پہنچانے کے لیے سرگرم عمل بھی رہے۔ خلافت کے بے شمار انتظامی فرائض کے باوجود آپ نے سنتِ رسول ﷺ کی نشر و اشاعت اور اس پر عمل کی ترغیب کو ہمیشہ مقدم رکھا۔

خلیفہ چہارم، سیّدنا علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مشہور صحیفہ اسلامی علوم و احکام کا ایک بے مثال خزانہ تھا، جو آپ نے رسول اللہ ﷺ کے ارشادات و احکام کی روشنی میں خود اپنے دستِ مبارک سے مرتب فرمایا۔ جیسا کہ سنن ابو داؤد میں روایت ہے کہ:

عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ، قَالَ: انْطَلَقْتُ أَنَا وَ الْأَشْتَرُ إِلَى عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَام، فَقُلْنَا: هَلْ عَهِدَ إِلَيْكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ شَيْئًا لَمْ يَعْهَدْهُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً؟ قَالَ: لَا إِلَّا مَا فِي كِتَابِي هَذَا۔ [20]

"حضرت قیس بن عباد سے روایت ہے، انہوں نے کہا: میں اور اشتر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاں گئے اور ان سے پوچھا: کیا رسول اللہ ﷺ نے آپ کو کوئی خاص وصیت فرمائی ہے جو عام لوگوں سے نہ کہی ہو؟ انہوں نے فرمایا: نہیں۔ سوائے اس کے جو میرے پاس اس مکتوب میں ہے۔"

یہ صحیفہ نہ صرف دینی معاملات بلکہ فقہی، قانونی اور معاشرتی اصولوں پر مبنی ایک جامع دستاویز تھا۔ اس میں قصاص، دیت، غیر مسلموں کے حقوق، وراثت کے خاص مسائل، صدقات کے احکام اور زکوٰۃ کے قواعد جیسے اہم موضوعات شامل تھے۔ علاوہ ازیں، شہر مدینہ کی حرمت و تقدیس کے متعلق خصوصی احکامات بھی اس میں تحریر کیے گئے تھے۔ مؤرخین کے مطابق، یہ مسودہ آنحضرت ﷺ کی حیات طیبہ میں ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مرتب کیا تھا۔ یہ صحیفہ اسلامی علوم کی حفاظت، تدوین اور منتقلی کی تاریخ کا ایک درخشاں باب ہے، جس نے امت کو شریعت کے بنیادی اصولوں اور احکامات سے روشناس کروایا۔

خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی احادیث کی تعداد دیگر صحابہ کرام کے مقابلے میں کم ہونے کی متعدد وجوہات ہیں، جن میں سب سے نمایاں یہ ہے کہ ان کی مصروفیات کا محور و مرکز درس و تدریس کے بجائے حکومتی اور سیاسی امور تھے۔ ان عظیم شخصیات نے امت کی قیادت کا بوجھ اٹھاتے ہوئے زیادہ وقت سماجی، سیاسی اور ملکی مسائل کے حل اور ان سے متعلق اصول و ضوابط کی تشکیل میں صرف کیا۔

Dialogue Social Science Review (DSSR)
www.thedssr.com

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146

DIALOGUE SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol. 3 No. 3 (March) (2025)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث کی روایت میں غیر معمولی احتیاط برتتے تھے۔ وہ الفاظ حدیث کی صحت و درستگی کے معاملے میں انتہائی حساس تھے تاکہ کسی بھی قسم کی غلط بیانی یا مبالغہ آرائی کا اندیشہ نہ ہو۔ تاہم، اس محتاط رویے کا مطلب ہرگز یہ نہیں تھا کہ انہوں نے حدیث کو ترک کر دیا ہو۔ بلکہ انہوں نے احادیث نبویہ کو امت کی رہنمائی کے لیے ایک ایسا منبع سمجھا جو زندگی کے ہر شعبے میں تحقیق، استنباط اور اجتہاد کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ ایک حاکم کی حیثیت سے ان کی اولین ترجیح یہی تھی کہ وہ امت کو درپیش مسائل کے حل کے لیے احادیث کی روشنی میں عملی راہنمائی فراہم کریں۔

کبائر صحابہ اور تدوین حدیث :

مستند روایات سے یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے نہ صرف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو احادیث کی کتابت کی اجازت عطا فرمائی بلکہ ان کے دلوں میں اس امر کی رغبت بھی پیدا فرمائی۔ آنحضرت ﷺ کی اس ترغیب کے زیر اثر صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم احادیث کو قلمبند کرنے کا خصوصی اہتمام کیا کرتے تھے۔ درحقیقت، متعدد صحابہ کرام نے ان احادیث کو اس انداز میں مدون کیا کہ وہ کتابی شکل اختیار کر گئیں، جو اس عہد میں اسلامی تعلیمات کی حفاظت اور ترسیل کا اہم ذریعہ ثابت ہوئیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ علم نبوی کی تدوین و تحریر صحابہ کے نزدیک نہایت اہم فریضہ تھی جسے وہ پوری دلجمعی کے ساتھ سرانجام دیتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ اور کتابتِ حدیث:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، جنہیں کثرتِ روایت کا شرف حاصل ہے، نے اپنی زندگی کو احادیث کی حفاظت اور اشاعت کے لیے وقف کر دیا تھا۔ یہی سبب ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے دیگر صحابہ کرام کے مقابلے میں سب سے زیادہ یعنی 5,374 احادیث روایت کیں۔ قبولِ اسلام کے بعد، آپ نے نہ صرف دنیاوی مشاغل سے کنارہ کشی اختیار کی بلکہ مسجد نبوی کو اپنا مسکن بنا لیا تاکہ ہر لمحہ رسول اکرم ﷺ کی صحبت میں رہ سکیں اور ان کے ارشادات کو براہِ راست سماعت کر کے محفوظ کر سکیں۔

سفیان بن عیینہ نے زہری سے، انہوں نے اعرج سے روایت کی، کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہہ رہے تھے: تم یہ سمجھتے ہو کہ ابوہریرہ رسول اللہ ﷺ سے بہت زیادہ احادیث بیان کرتا ہے، اللہ ہی کے پاس پیشی ہونی ہے۔ میں ایک مسکین آدمی تھا، پیٹ بھر جانے پر اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں لگا رہتا تھا۔ مہاجروں کو بازار کی گہما گہمی مشغول رکھتی تھی اور انصار کو اپنے مال (مویشی) وغیرہ کی نگہداشت مشغول رکھتی تھی، تو (جب) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کون اپنا کپڑا پھیلائے گا، پھر جو چیز بھی اس نے مجھ سے سنی اسے ہرگز نہیں بھولے گا۔" تو میں نے اپنا کپڑا پھیلا دیا، یہاں تک کہ آپ نے اپنی بات مکمل کی تو میں نے وہ (کپڑا سمیٹ کر) اپنے ساتھ لگا لیا، پھر میں نے آپ ﷺ سے جو کچھ سنا اس میں سے کوئی چیز کبھی نہ بھولا۔" [21]

آپ رضی اللہ عنہ کے طرزِ عمل میں غیر معمولی استقامت نمایاں تھی، جو آپ کو تمام تر مشکلات اور مصائب کے باوجود اپنی راہ سے ہٹنے نہیں دیتی تھی۔ فاقہ کشی اور بھوک کے کڑے امتحانات بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عزم و ہمت کو متزلزل نہ کر سکے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نہ صرف احادیث کو اپنی یادداشت میں محفوظ رکھا بلکہ ان کے تحریری ذخائر کا بھی اہتمام کیا، جس کی گواہی تاریخ دیتی ہے۔ اس طرح، آپ رضی اللہ عنہ کا کردار احادیث کی حفاظت کے حوالے سے ایک مثالی اور ناقابل فراموش نمونہ ہے۔

صحیفہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ:

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرٌو، قَالَ: أَخْبَرَنِي وَهْبُ بْنُ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَخِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: مَا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ أَحَدٌ أَكْثَرَ حَدِيثًا عَنْهُ مِنِّي، إِلَّا مَا كَانَ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، فَإِنَّهُ كَانَ يَكْتُبُ وَ لَا أَكْتُبُ، [22]

"میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے علاوہ مجھ سے زیادہ کوئی حدیث بیان کرنے والا نہیں تھا۔ مگر وہ لکھ لیا کرتے تھے اور میں لکھتا نہیں تھا۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ سے احادیث تحریر کرنے کی خاص اجازت ملی تھی، جو آپ کی علمی عظمت اور روایت حدیث میں منفرد مقام کو ظاہر کرتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ

Dialogue Social Science Review (DSSR)
www.thedssr.com

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146

DIALOGUE SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol. 3 No. 3 (March) (2025)

عنہ کی گواہی اس امر کی تصدیق کرتی ہے کہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے لکھنے کی اجازت طلب کی، اور آپ ﷺ نے اُن کو اجازت دے دی۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَاصِمٍ أَخْبَرَنَا دُوَيْدٌ الْخُرَاسَانِيُّ وَ الزُّبَيْرُ بْنُ عَدِيٍّ قَاعِدٌ مَعَهُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا نَسْمَعُ مِنْكَ أَحَادِيثَ لَا نَحْفَظُهَا أَفَلَا نَكْتُبُهَا قَالَ بَلَى فَاكْتُبُوهَا۔ [23]

"حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا یا رسول اللہ ہم آپ سے بہت سی حدیثیں سنتے ہیں جو ہمیں یاد نہیں رہتیں کیا ہم انہیں لکھ نہ لیا کریں؟ نبی ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں لکھ لیا کرو۔"

یہی وجہ ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے احادیث کے ایک ضخیم مجموعے کو ترتیب دیا، جسے "الصحیفہ الصادقہ" یعنی "سچائی کا صحیفہ" کہا جاتا ہے۔ ابن اثیر کے بیان کے مطابق، اس مجموعے میں ایک ہزار احادیث تھیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مجموعے کی حفاظت میں حد درجہ احتیاط برتتے تھے۔ ان کے شاگرد مجاہد بن کبیر رحمہ اللہ جو ایک جلیل القدر تابعی ہیں، فرماتے ہیں کہ ایک بار انہوں نے حضرت عبداللہ کے تکیے کے نیچے رکھا ہوا مسودہ اٹھانا چاہا، تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں روک دیا۔ جب مجاہد نے تعجب کا اظہار کیا کہ آپ تو مجھ سے کوئی چیز نہیں چھپاتے، تو حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا: "یہ الصادقہ ہے! یہ وہ کچھ ہے جو میں نے خود رسول اللہ ﷺ سے براہ راست سنا ہے، اور اس میں میرے اور آپ ﷺ کے درمیان کوئی راوی نہیں۔"

یہ مسودہ نہ صرف روایت حدیث کی سند کا اعلیٰ نمونہ ہے بلکہ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حدیث کی تدوین کو کس قدر اہمیت دی اور اس کی حفاظت کے لیے کس حد تک کوشاں رہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس کا مسودہ:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی شخصیت علم و فضل کے سمندر اور حدیثِ نبوی کے گراں قدر خزانے کی مانند ہے، جن کی علمی رفعت اور جلالتِ قدر کسی تعارف یا توضیح کی محتاج نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث کی تعداد 1660 ہے، جن میں سے 75 احادیث ایسی ہیں جو بخاری و مسلم دونوں میں متفق علیہ ہیں، جبکہ 18 احادیث میں امام بخاری منفرد ہیں اور 49 امام مسلم کے ساتھ خاص ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کا حفظِ حدیث اور کتابتِ حدیث سے شغف ایک غیر معمولی جذبے کی عکاسی کرتا ہے، جس کے لیے آپ نے بے مثال جدوجہد اور انتھک کاوشیں کیں۔ آپ کثرت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محافل میں حاضر ہوتے اور بار بار ان سے احادیث کی تفصیل دریافت کرتے۔ اپنی احتیاط پسندی کا یہ عالم تھا کہ ایک حدیث کی تصدیق کے لیے مختلف صحابہ سے رجوع کرتے، یہاں تک کہ بعض اوقات ایک ہی روایت کے بارے میں تیس مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے استفسار فرماتے۔ اس محنت شاقہ کا مقصد یہ تھا کہ ہر روایت کو نہایت احتیاط اور دیانت داری کے ساتھ محفوظ کر کے امت کے لیے قابلِ اعتماد سرمایہ بنایا جا سکے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے شوقِ علم کی کیفیت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب مجھے علم ہوتا کہ کسی صحابی کے پاس رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث محفوظ ہے، تو میں دوپہر کے وقت، قیلولے کے دوران، ان کے دروازے پر حاضر ہو جاتا۔ اپنی چادر کو بطور سرہانہ استعمال کرتے ہوئے، ان کے دروازے کی دہلیز پر لیٹا رہتا۔ اس وقت کی تیز دھوپ اور دوپہر کی گرم ہواؤں کے سبب اٹھنے والا گرد و غبار میرے اوپر پڑتا رہتا۔ حالانکہ اگر میں اجازت طلب کرتا تو مجھے فوراً اجازت مل جاتی، لیکن میں نے یہ طرزِ عمل اختیار کیا تاکہ ان کی طبیعت پر بار نہ گزرے اور وہ میری عاجزی و ادب سے خوش ہوں۔

جب وہ صحابی اپنے گھر سے باہر نکلتے اور مجھے اس حالت میں دیکھتے تو حیرت سے کہتے: "ابنِ عمِ رسول ﷺ! آپ نے اس قدر زحمت کیوں اٹھائی؟ آپ مجھے اطلاع دیتے تو میں خود آپ کے پاس حاضر ہو جاتا۔" اس پر میں جواب دیتا کہ "آپ کی خدمت میں حاضر ہونا میرا فرض ہے، کیونکہ علم کے طالب کو خود صاحبِ علم کے پاس جانا چاہیے۔ یہ علم کا تقاضا ہے کہ طالب، عالم کی خدمت میں حاضر ہو، نہ کہ عالم خود طالب کے پاس جائے۔" اس کے بعد میں ان سے حدیث دریافت کرتا اور اسے محفوظ کر لیتا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے احادیثِ نبوی کے اس قیمتی ذخیرے کو مختلف مجموعوں کی صورت میں مدون فرمایا، جن کی عظمت و کثرت کا یہ عالم تھا کہ وہ ایک مکمل اونٹ پر لادے جا سکتے تھے۔ یہ علمی خزینہ بعد ازاں آپ کے ممتاز شاگرد اور جلیل القدر تابعی، کریب رحمہ اللہ کے پاس منتقل ہوا۔ معروف مؤرخ، موسیٰ بن عقبہ، بیان کرتے ہیں کہ کریب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسودات کا اتنا بڑا ذخیرہ چھوڑا کہ اسے ایک اونٹ پر منتقل کیا جاتا تھا۔

Dialogue Social Science Review (DSSR)
www.thedssr.com

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146

DIALOGUE SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol. 3 No. 3 (March) (2025)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محافل میں شاگرد احادیث کو نقل کرتے، اور پھر ان تحریرات کو آپ کے سامنے پیش کر کے ان کی تصحیح کرواتے۔ بعض اوقات آپ خود احادیث بیان فرماتے اور شاگرد ان کو ضبطِ تحریر میں لے آتے، تاکہ یہ علومِ نبوت زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچ سکیں۔ آپ کا یہ طرزِ عمل آپ کی علمی فراست، حدیثِ نبوی کی حفاظت کے لیے آپ کے بے مثال خلوص اور دینِ اسلام کی تعلیمات کو نسل در نسل منتقل کرنے کے شوقِ فراواں کا عکاس ہے۔ یہ علمی محنت و جانفشانی ایک ایسی میراث کی شکل میں باقی رہ گئی جو آنے والی نسلوں کے لیے علم و ہدایت کا نہایت روشن منبع بن گئی۔

متفرق صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا شمار ان جلیل القدر صحابہ کرام میں ہوتا ہے جن سے احادیثِ نبوی کا وسیع ذخیرہ مروی ہوا۔ آپ کی مرویات کو آپ کے نابغہ روزگار بھانجے اور عظیم شاگرد، حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ضبطِ تحریر میں لا کر محفوظ کیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی گئی احادیث کی تعداد 2210 تک پہنچتی ہے، جن میں 174 ایسی احادیث ہیں جو "متفق علیہ" کے درجے پر فائز ہیں، یعنی امام بخاری نے اپنی "صحیح البخاری" میں اور امام مسلم نے اپنی "صحیح المسلم" میں انہیں سنداً روایت کیا ہے۔ ان متفق علیہ روایات میں امام بخاری 54 احادیث میں منفرد ہیں، جبکہ امام مسلم نے 69 احادیث کو اپنے لیے مخصوص کیا ہے۔ یہ اعداد و شمار اس حقیقت کا بین ثبوت ہیں کہ حدیث کی حفاظت اور تدوین کے عمل کو ابتدائی اسلامی دور میں ہی غیر معمولی اہمیت دی گئی تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی علمی جلالت اور ان کے شاگردوں کی جانفشانی اس بات کی غماز ہے کہ علومِ نبوت کی تدوین کا یہ سلسلہ کس قدر مستحکم بنیادوں پر استوار ہوا، تاکہ یہ قیمتی ذخیرہ آنے والی نسلوں کے لیے ہدایت و رہنمائی کا سرچشمہ بن سکے۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں یہ حقیقت مسلّم ہے کہ آپ نے احادیثِ نبوی کو قلمبند کرنے کی سعادت حاصل کی۔ آپ کے صاحبزادے نے انہی کے مرتب کردہ مجموعے سے احادیث روایت کیں، جبکہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھی ان کا یہ قیمتی مجموعہ موجود تھا۔ یہ واقعہ اس حقیقت کا واضح مظہر ہے کہ عہدِ صحابہ میں احادیثِ نبوی کو نہ صرف احتیاط اور اہتمام کے ساتھ محفوظ کیا جاتا تھا بلکہ ان کی نسل در نسل منتقلی کے لیے بھی غیر معمولی جستجو کی جاتی تھی۔ یہ طرزِ عمل نہ صرف حدیث کی اہمیت اور حفاظت کے ابتدائی اہتمام کو نمایاں کرتا ہے بلکہ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے علمی امانت داری اور دیانت کو کتنی اعلیٰ سطح پر برقرار رکھا، تاکہ یہ علمی ورثہ آئندہ نسلوں کے لیے ایک مستند اور محفوظ سرمایہ بن سکے۔ ان کے یہ عملی اقدامات علومِ نبوت کی بقا اور تدوین کی لازوال تاریخ میں ایک روشن باب ہیں۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جن سے 155 احادیث مروی ہیں، ان خوش نصیب صحابہ میں شامل ہیں جنہوں نے احادیثِ نبوی کے تحفظ کو نہایت اہتمام کے ساتھ انجام دیا۔ آپ نے ان احادیث کو تحریری صورت میں ارسال کر کے اس بات کو یقینی بنایا کہ یہ قیمتی علمی خزانہ محفوظ رہے اور امت کے لیے قابلِ استفادہ بن سکے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جو خلافتِ اسلامیہ کے اولین علمبردار اور نبی اکرم ﷺ کے جلیل القدر صحابی تھے، سے منقول احادیث کی مجموعی تعداد 145 ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہ صرف احادیث کو زبانی روایت کیا بلکہ انہیں قلمبند کر کے ان کی حفاظت کا اہتمام بھی فرمایا۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادے، عبدالرحمٰن بن ابی بکر، جو اس زمانے میں سجستان (موجودہ بلوچستان) کے قاضی کے منصب پر فائز تھے، کو احادیث تحریری صورت میں ارسال کیں۔ یہ عمل اس بات کا بین ثبوت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیثِ نبوی کی حفاظت اور اشاعت کے لیے کتنے سنجیدہ اور فکرمند تھے۔ یہ روش صحابہ کرام کی علمی دیانت، احتیاط اور ان کے اخلاص کی گواہی دیتی ہے، جنہوں نے اپنی زندگیوں کو احادیثِ نبوی کے تحفظ اور ان کی آئندہ نسلوں تک ترسیل کے لیے وقف کر دیا۔

نبی کریم ﷺ کے آزاد کردہ غلام، حضرت ابو ریحانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار ان خوش نصیب ہستیوں میں ہوتا ہے جنہوں نے حدیثِ نبوی کی حفاظت میں غیر معمولی اہتمام اور جدت کا مظاہرہ کیا۔ آپ کے متعلق یہ ذکر ملتا ہے کہ آپ کاغذ کے دونوں جانب تحریر فرماتے اور پھر ان تحریروں کو کتابی صورت میں مرتب کر کے سِل دیتے تھے۔ آپ کے اس طرزِ عمل میں کتابت کی وہ ندرت اور اہتمام نمایاں تھا جسے اس دور کی علمی روایت میں نئی جدت کا مقام حاصل تھا۔ یہ تخلیقی کاوش نہ صرف آپ کے شوقِ علم و حدیث کی گہرائی کو ظاہر کرتی ہے بلکہ اس بات کا غماز بھی ہے کہ اس ابتدائی عہد میں احادیث کے تحفظ کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کتنے متنوع اور منفرد طریقے اپنائے۔ حضرت ابو ریحانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ

Dialogue Social Science Review (DSSR)
www.thedssr.com

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146

DIALOGUE SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol. 3 No. 3 (March) (2025)

کتابت، علمی دیانت اور شوقِ تدوین کا ایک ایسا روشن باب ہے جو علومِ حدیث کی تاریخ میں انمٹ نقوش چھوڑ گیا۔

حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بذاتِ خود نبی کریم ﷺ نے احادیث تحریر کرنے کی اجازت عطا فرمائی تھی۔ ان کی کتابوں میں نبی کریم ﷺ کے اعمال اور ارشادات محفوظ کیے گئے تھے۔ ابو بکر بن حارث کا بیان اس بات کا ثبوت ہے کہ ابو رافع نے انہیں ایک کتاب دی جس میں نماز کے آغاز کے متعلق حضور اکرم ﷺ کا عملی طریقہ درج تھا۔

یہ تمام روایات اس امر کی گواہی دیتی ہیں کہ صحابہ کرام نے نہایت شوق و اہتمام کے ساتھ احادیث کو محفوظ کرنے کا فریضہ انجام دیا، تاکہ بعد کے ادوار میں یہ علمی سرمایہ امت مسلمہ کے لیے مشعلِ راہ ثابت ہو۔

وضع حدیث اور اس کے اسباب

لفظ "وضع" عربی زبان کے مادہ "موضوع" کا مصدر ہے، جس کا بنیادی مفہوم کسی شے کو نیچے ڈالنا یا گرانا ہے۔ اس مناسبت سے "حدیثِ موضوع" وہ روایت کہلاتی ہے جو اپنی حقیقت کے لحاظ سے جھوٹی، من گھڑت، اور مقامِ اعتبار سے ساقط ہو۔ ایسی حدیث نہ صرف دین کی عظمت اور پاکیزگی کے معیار پر پورا اترنے سے قاصر ہے بلکہ علمائے حدیث کے نزدیک جھوٹ اور دھوکہ دہی کے مترادف سمجھی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسے احادیثِ معتبرہ کے مراتب سے خارج کر دیا جاتا ہے اور اسے دینی استناد کے قابل نہیں گردانا جاتا۔ حدیثِ موضوع، اپنے جھوٹے ہونے کے سبب دین کی صحیح تعلیمات میں بگاڑ پیدا کرنے کا سبب بنتی ہے، اور اس کا شمار ان روایات میں ہوتا ہے جنہیں علمی و دینی لحاظ سے مسترد کر دینا لازم ہے۔

موضوع حدیث وہ روایت ہے جس کے جھوٹ اور بناوٹ پر قطعی دلیل قائم ہو جائے اور جو بلا شبہ رسول اللہ ﷺ کی جانب جھوٹے طور پر منسوب کی گئی ہو۔ ایسی روایت کے متعلق حکم اس وقت صادر کیا جاتا ہے جب یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ جائے کہ راوی شعوری طور پر جھوٹ بولنے کا مرتکب ہوا اور دانستہ احادیث گھڑ کر انہیں نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کرتا رہا۔ موضوع حدیث نہ صرف ناقابلِ استناد ہوتی ہے بلکہ دینِ اسلام کی روح کے لیے ایک مہلک فتنہ قرار دی جاتی ہے، کیونکہ اس کا مقصد دین میں تحریف پیدا کرنا اور حقائق کی صداقت پر شکوک و شبہات کے بادل چھانا ہوتا ہے۔ اس قسم کی روایات دین کی پاکیزگی کو آلودہ کرنے کی مذموم کوشش ہیں، جنہیں علماءِ دین نے ہمیشہ رد اور مسترد کر کے دین کی حفاظت کا فریضہ انجام دیا ہے۔

محدثین کی اصطلاح میں موضوع حدیث اس جھوٹے اور خود ساختہ بیان کو کہا جاتا ہے جو سراسر بناوٹی ہو اور محض فریب کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کیا گیا ہو۔ ایسی حدیث اپنی حقیقت میں نہ تو وحی سے تعلق رکھتی ہے اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ کے فرامین کی صداقت و تقدس کا حصہ بن سکتی ہے۔ اس کی بنیاد جھوٹ، دھوکہ دہی اور دین میں تحریف پر قائم ہوتی ہے، جسے علمائے حدیث نے سختی سے مسترد کیا اور اسے احادیثِ صحیحہ کے مقام سے گرا ہوا قرار دیا۔ یہ بات واضح ہے کہ موضوع حدیث نہ صرف علمی لحاظ سے بے وقعت ہے بلکہ روحانی اعتبار سے بھی امت کے لیے گمراہی کا باعث ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے فرامین میں اس بارے میں بڑی وضاحت اور تفصیل ملتی ہے اور اس قبیح فعل کی مذمت بھی واضح طور پر کی گئی ہے۔

اِرشاد فرمایا کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: سَمُّوا بِاسْمِي، وَ لَا تَكْتَنُوا بِكُنْيَتِي، وَ مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِي، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ فِي صُورَتِي، وَ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا، فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ. [24]

"نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم میرے نام پر نام رکھو لیکن تم میری کنیت نہ اختیار کرو اور جس نے مجھے خواب میں دیکھا تو اس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت میں نہیں آ سکتا اور جس نے قصداً میری طرف کوئی جھوٹی بات منسوب کی اس نے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لیا۔"

فَقَالَ الْمُغِيرَةُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ، يَقُولُ: إِنَّ كَذِبًا عَلَيَّ لَيْسَ كَكَذِبٍ عَلَى أَحَدٍ، فَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا، فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ. [25]

"مغیرہ نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے: "مجھ پر جھوٹ بولنا اس طرح نہیں جیسے (میرے علاوہ) کسی ایک (عام آدمی) پر جھوٹ بولنا ہے، جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولا وہ جہنم میں اپنا ٹھکانہ بنا لے۔"

مَنْ حَدَّثَ عَنِّي بِحَدِيثٍ يُرَى أَنَّهُ كَذِبٌ، فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبِينَ. [26]

Dialogue Social Science Review (DSSR)
www.thedssr.com

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146

DIALOGUE SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol. 3 No. 3 (March) (2025)

"رسول اللہ ﷺ سے مروی مشہور حدیث ہے: "جس نے مجھ سے (ایسی) حدیث بیان کی جسے وہ جانتا ہے کہ جھوٹ ہے تو وہ (دو) جھوٹوں میں سے ایک (جھوٹا) ہے۔"

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّهُ قَالَ: إِنَّهُ لَيَمْنَعُنِي أَنْ أُحَدِّثَكُمْ حَدِيثًا كَثِيرًا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ، قَالَ: مَنْ تَعَمَّدَ عَلَيَّ كَذِبًا، فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ. [27]

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہا: مجھے تمہارے سامنے زیادہ احادیث بیان کرنے سے یہ بات روکتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: "جس نے عمداً مجھ پر جھوٹ بولا وہ آگ میں اپنا ٹھکانا بنا لے۔"

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: سَيَكُونُ فِي آخِرِ أُمَّتِي أُنَاسٌ يُحَدِّثُونَكُمْ مَا لَمْ تَسْمَعُوا أَنْتُمْ، وَ لَا آبَاؤُكُمْ، فَإِيَّاكُمْ وَ إِيَّاهُمْ. [28]

"ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا: "میری امت کے آخری زمانے میں ایسے لوگ ہوں گے جو تمہارے سامنے ایسی حدیثیں بیان کریں گے جو تم نے سنی ہوں گی نہ تمہارے آباء نے، تم اس قماش کے لوگوں سے دور رہنا۔"

خلاصہ:

خلاصہ یہ ہے کہ حدیث کی نقل میں انتہائی احتیاط اور ذمہ داری ضروری ہے۔ جب تک کسی حدیث کی صحت کا مکمل یقین نہ ہو اور وہ کسی معتبر مجموعہ حدیث میں موجود نہ ہو، اسے بیان کرنا درست نہیں۔ بعض علماء نے اس بات کو مزید واضح کرتے ہوئے یہاں تک کہا ہے کہ جو شخص صحیح اور ضعیف روایات میں تمیز نہیں کر سکتا، اس کے لیے حدیث نقل کرنا بھی مناسب نہیں، خواہ وہ کسی معروف کتاب سے ہو، جب تک وہ علمائے کرام سے اس کی تحقیق نہ کر لے۔ اسی طرح، بغیر کسی مستند حوالہ کے حدیث نقل کرنا یا لکھنا بھی پرہیز کا مقام ہے۔ صرف سنی سنائی باتوں یا گمان پر مبنی کسی روایت کو بیان کرنا جائز نہیں۔ حتیٰ کہ اگر کسی حدیث کا صحیح ہونا بھی ثابت ہو، مگر وہ محض ظن و تخمین پر بیان کی جائے، تو ایسا کرنے والا بھی گناہگار ہو گا۔ اور اگر یہ پتا چل جائے کہ کوئی روایت موضوع (جعلی) ہے، تو اس کا بیان کرنا قطعی طور پر حرام ہے، اور ایسا کرنے والے پر گناہ کا بوجھ ہے۔

وضع حدیث کا آغاز :

خلفائے اربعہ کے دور تک حدیث ایک صاف اور غیر متنازعہ ذخیرہ تھی، جس میں کوئی تحریف یا جھوٹ کا دخل نہ تھا۔ اس دور میں اسلام کی تعلیمات اور احادیث اپنی اصل حالت میں محفوظ تھیں۔ تاہم، جب مختلف سیاسی گروہ اور مفادات اسلام میں داخل ہوئے، تو اس کی سچائی اور اثرات میں بگاڑ آنا شروع ہوا۔ سب سے پہلا بڑا دھچکا جس سے اسلام متاثر ہوا، وہ فتنہ شہادت عثمان تھا، جس نے امت مسلمہ کو ایک ایسا زبردست جھٹکا دیا کہ اس کے اثرات آج تک محسوس کیے جا رہے ہیں۔ اس فتنے نے امت کو ایک طوفان میں مبتلا کر دیا جس نے اسلام کی بنیادوں کو ہلا دیا اور اس میں کچھ ایسی پیچیدگیاں پیدا کر دیں کہ اس کی سمجھ اور نفاذ میں دشواریاں پیدا ہو گئیں۔

شہادت عثمان کے بعد، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے دوران مسلمانوں نے اپنی وحدت کا مظاہرہ کیا، لیکن یہ وحدت بھی برقرار نہ رہ سکی۔ حالات اتنے پیچیدہ اور تیز رفتار تھے کہ امن کی فضا میں بھی کشیدگی اور فتنے کی صورت اختیار کر گئی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان سیاسی اور فوجی صف بندی نے امت کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک طرف حضرت علی کے ہمراہ اہل حجاز اور عراق تھے تو دوسری طرف حضرت معاویہ کے ساتھ شام اور مصر کے لوگ تھے۔ اس تقسیم نے امت مسلمہ کو بڑے طوفانوں میں مبتلا کیا، اور ان لڑائیوں نے اسلام کے پیغام کو دھندلا کر دیا۔

یہ جنگ تھم جانے کے بعد بھی اس کی گہری زہر آلود ہوائیں باقی رہ گئیں، جن کے اثرات آج تک محسوس کیے جاتے ہیں۔ تحکیم کے نعرے نے اسلامی معاشرت میں ایک گہری سیاسی تقسیم پیدا کی، جس سے مختلف فرقے جنم لینے لگے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کے بعد، عمومی طور پر مسلمانوں نے ان کی حمایت کی، لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیروکاروں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون کا بدلہ لینے کا مطالبہ کیا، جو کہ ایک طویل سیاسی کشمکش کا سبب بن گیا اور حضرت معاویہ بن ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے مطالبے کے ساتھ یہ مسئلہ ختم ہوا۔ اس ساری صورتحال نے اسلام کے اندر نہ صرف سیاسی بلکہ مذہبی سطح پر بھی گہری دراڑیں ڈالیں۔

وضع حدیث کے اسباب :

Dialogue Social Science Review (DSSR)
www.thedssr.com

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146

DIALOGUE SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol. 3 No. 3 (March) (2025)

یہ بات پہلے بھی کی جا چکی ہے کہ وضع حدیث کا سب سے بڑا سبب امت کا سیاسی و عقیدتی اعتبار سے مختلف گروپوں میں تقسیم ہونا تھا۔ اس تقسیم نے بعد ازاں دین کی شکل اختیار کر لی، کیونکہ ہر گروہ اپنے نظریات و موقف کی تائید اور اپنے عقائد کی تثبیت کے لیے ایسی کوششیں کرنے لگا کہ اپنی رائے کو رسول اللہ ﷺ سے منسلک کر کے اس کی سچائی کو ثابت کر سکے۔ اس عمل میں بعد ازاں اور بھی اسباب نے اپنا کردار ادا کیا، جنہوں نے وضع حدیث کے فروغ میں مزید اضافہ کیا۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ بعض افراد نے اپنے ذاتی یا گروہی مفادات کو دین سے جوڑنے کے لیے اس طریقہ کو اختیار کیا، تاکہ وہ اپنی باتوں کو زیادہ مستند اور معتبر بنا سکیں۔

تفرقہ بازی اور وضع حدیث:

وضع حدیث کی ابتدا مسلمانوں کی اندرونی گروہ بندی سے ہوئی۔ ہر فرقہ اپنے مخصوص عقائد اور اپنے بزرگوں اور اکابرین کے فضائل کو ثابت کرنے کے لیے حدیثیں گھڑنے میں مصروف ہو گیا۔ سیاسی اور مسلکی برتری حاصل کرنے کے لیے یہ لوگ مختلف احادیث وضع کرنے لگے، تاکہ اپنی جماعت کی عظمت کو بڑھا سکیں اور دوسری جماعتوں کو زیر کرنے کے لیے ان پر الزامات عائد کر سکیں۔ اس عمل نے نہ صرف دین کی صورت کو مسخ کیا بلکہ مسلمانوں کے درمیان تفرقہ بازی اور فساد کے عمل کو بھی ہوا دی۔ نتیجتاً، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اہل بیت عظام کو اس فتنے کی بنا پر مختلف مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، حالانکہ وہ خود اس فتنے سے بالکل الگ اور بری تھے۔ یہ بات واضح ہے کہ جو لوگ وضع حدیث میں ملوث تھے، ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں تھا، بلکہ یہ افراد مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے اور فساد پھیلانے کے لیے بیرونِ اسلام اپنے سازشوں کا حصہ بنے ہوئے تھے۔ وضع حدیث ان فتنوں میں سے ایک اہم فتنہ تھا جس نے اسلامی معاشرت میں انتشار پیدا کیا۔

قوم پرستی اور امامت کے لئے احادیث وضع کرنا:

اموی حکمرانوں نے حکومتی امور کی نگرانی میں عربوں کو خصوصی اہمیت دی اور عربیت کا عصبیت پیدا کی، جس کا اثر اسلامی معاشرت میں گہرا ہوا۔ یہ ایک ایسا تعصب تھا جو نہ صرف عربوں کے درمیان بلکہ ان کے غیر عربی ساتھیوں یعنی موالی کے ساتھ بھی تضاد کا سبب بن رہا تھا۔ موالی وہ مسلمان تھے جو عرب کے باہر کے علاقے سے تعلق رکھتے تھے اور انہوں نے اس امتیاز کو محسوس کیا، جو ان کے ساتھ عربوں کے درمیان روا رکھا جا رہا تھا۔ وہ اسلامی مساوات اور یکسانیت کے خواہاں تھے، لیکن عربوں کی عصبیت نے ان کی یہ خواہش پوری نہ ہونے دی۔

یہ فرق و تفریق بڑھتے بڑھتے بغاوتوں اور شورشوں کا سبب بنی، جس میں موالی نے اموی حکمرانوں کے خلاف اپنی ہمدردی اور دلچسپی ظاہر کی۔ اس دوران عربوں میں اپنی عزت اور فخر کا عنصر غالب آ گیا، اور اس کا اثر یہ ہوا کہ عربی زبان و ثقافت کو تقدس دینے والی کئی فرضی حدیثیں گھڑی گئیں۔ مثال کے طور پر ایک حدیث کہ "جو لوگ عرش کے گرد ہیں ان کی زبان فارسی ہے" یا یہ کہ "اللہ جب نرم باتیں اتارنا چاہتا ہے تو فارسی میں وحی کرتا ہے"، وغیرہ۔ ان فرضی احادیث کا مقصد عربی اور فارسی کے درمیان ایک قسم کا ثقافتی اور لسانی تصادم پیدا کرنا تھا۔

یہاں تک کہ بعض لوگ اس حد تک چلے گئے کہ فارسی کو شیطان کی زبان اور اہل جنت کی زبان کو عربی قرار دینے کی فرضی حدیثیں گھڑنے لگے۔ اس عصبیت کا اثر فقط زبان تک محدود نہ تھا بلکہ مختلف عرب قبائل اور شہروں کی فضیلت میں بھی حدیثوں کی تخلیق کی گئی۔ اس کے علاوہ، اماموں کے مقام و مرتبے کی تفضیل بھی تیسری صدی ہجری میں منظر عام پر آئی، جہاں بعض خاص شہروں اور ائمہ کے حوالے سے فرضی احادیث گھڑ کر ایک قسم کی فرقہ واریت کو ہوا دی گئی۔

اسی طرح، یزید بن معاویہ کی موت کے بعد اموی دور میں یہ عصبیت اور حدیث سازی کا سلسلہ اور زیادہ بڑھا، جس نے اسلامی معاشرت میں فرقہ واریت اور تفریق کی ایک نئی لہر پیدا کی۔ اس دوران فرضی احادیث کا بازار گرم ہوا اور مختلف شہروں، قبائل اور ائمہ کی فضیلت میں ایسے بیانات وضع کیے گئے جو حقیقت سے بہت دور تھے، جیسے کہ یہ حدیث کہ "چار شہر جنت کے ہیں: مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، بیت المقدس اور دمشق"۔ اس طرح، اس وقت کے سماجی اور سیاسی حالات نے مذہب کو اپنے مخصوص مفادات کے لیے استعمال کیا اور ایک نئی قسم کی عصبیت کا آغاز کیا۔

واعظین اور خطباء کا وضع حدیث:

خلافت راشدہ کے بعد جب مسلمانوں کے معاشرتی حالات میں تبدیلی آئی، تو واعظین اور قصہ گوئیوں کی مجالس زیادہ ہونے لگیں۔ ان کا مقصد لوگوں کو اکٹھا کرنا اور انہیں اپنی باتوں سے متاثر کرنا ہوتا تھا۔ اس کے لیے وہ اکثر ایسی حدیثیں سناتے جو حقیقت میں جھوٹی یا من گھڑت ہوتی تھیں، تاکہ لوگ ان پر یقین کریں

Dialogue Social Science Review (DSSR)
www.thedssr.com

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146

DIALOGUE SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol. 3 No. 3 (March) (2025)

اور انہیں واہ واہ کریں۔ ان حدیثوں کے ذریعے واعظین اپنی عزت اور مالی حالت بہتر بناتے تھے اور لوگ انہیں بغیر کسی تحقیق یا سوچ کے سننے لگتے تھے۔ مثلاً ایک جھوٹی حدیث میں جنت کے درخت، سونے کے گھوڑے اور اولیاء اللہ کی اڑان کا ذکر کیا گیا تھا۔ یہ سب اس لیے بیان کیا گیا تاکہ لوگ زیادہ سے زیادہ ان مجالس میں آئیں اور واعظین کی تعریف کریں۔ اس دوران کچھ علمائے کرام نے ان جھوٹی حدیثوں کی حقیقت کو بے نقاب کیا اور لوگوں کو خبردار کیا کہ یہ سب جھوٹ ہے۔

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے جب ایک ایسی جھوٹی حدیث کا انکار کیا تو عوام نے ان پر سخت حملہ کیا اور ان کی عزت کم کرنے کی کوشش کی۔ اس کے نتیجے میں محدثین نے اپنے شاگردوں کو ان واعظین کی مجلسوں سے دور رکھنے کی کوشش کی۔

ایوب سختیانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تھا کہ واعظین ہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے سب سے زیادہ حدیثوں کو خراب کیا ہے اور علمِ حدیث کو نقصان پہنچایا ہے۔ ان علمائے رجال کی محنت کے نتیجے میں حقیقت سامنے آئی، اور سچ اور جھوٹ کی پہچان ہوئی۔

کلامی اور مذہبی اختلاف:

جیسے سیاسی جماعتیں اپنی پسندیدہ رائے اور مفادات کو مضبوط کرنے کے لیے جھوٹی اور من گھڑت حدیثیں بیان کرتی تھیں، ویسے ہی فقہی مذاہب اور کلامی مکاتب فکر کے پیروکار بھی اپنے عقائد اور مسلکوں کی تائید میں حدیثیں گھڑنے کا عمل جاری رکھتے تھے۔ ان میں سے ایک جھوٹی حدیث یہ تھی کہ محمد بن عکاشہ کرمانی سے دریافت کیا گیا کہ بعض لوگ رکوع میں اور رکوع سے اٹھتے وقت اپنے ہاتھ اٹھاتے ہیں، تو انہوں نے ایک مرفوع حدیث نقل کی کہ مسیب بن واضح نے انس سے روایت کی ہے کہ جو شخص رکوع میں اپنے ہاتھ اٹھائے، اس کی نماز نہیں ہو گی۔ اس قسم کی حدیثیں محض عقائد کی تائید کے لیے تخلیق کی جاتی تھیں تاکہ مخصوص جماعت یا مسلک کو تقویت دی جا سکے۔

اسی طرح ایک اور جھوٹی حدیث میں بیان کیا گیا کہ آسمان و زمین کی ہر چیز مخلوق ہے، سوائے قرآن اور خدا کے، اور یہ کہ میرے بعد ایک امت آئے گی جو قرآن کو مخلوق قرار دے گی، اور جو ایسا عقیدہ رکھے گا، وہ کافر شمار کیا جائے گا، اس کی بیوی مطلقہ ہو جائے گی، وغیرہ۔ ان احادیث کے الفاظ خود ان کے جھوٹے ہونے کی واضح دلیل ہیں، کیونکہ یہ ایک خاص نظریے کو درست ثابت کرنے کے لیے وضع کی گئی تھیں۔

مزید برآں، زبیر بن معاویہ کی روایت بھی ایسی ہی ایک مثال ہے، جس میں محرز ابو رجاء کی بات نقل کی گئی کہ وہ پہلے قدریہ مسلک سے وابستہ تھے، لیکن بعد میں توبہ کر کے ان کا عقیدہ تبدیل ہو گیا۔ انہوں نے کہا کہ قدریہ سے کوئی حدیث نہ لو، کیونکہ ہم اپنے مذہب کی تشہیر کے لیے حدیثیں گھڑتے تھے۔ اس طرح کے جھوٹے حدیث سازوں کا کہنا تھا کہ انہوں نے چار ہزار جعلی حدیثیں بنائیں۔ ان تمام مثالوں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ بعض افراد نے اپنے مسلک یا عقیدہ کے لیے حدیثوں کو تخلیق کیا، جس سے نہ صرف دین کی حقیقت مسخ ہوئی بلکہ لوگوں کی فہم میں بھی ابہام پیدا ہوا۔

وضع حدیث کی اقسام مع امثال:

وضع حدیث سے مراد وہ عمل ہے جس میں کسی نے جان بوجھ کر نبی کریم ﷺ کی طرف ایسی بات منسوب کی جو آپ نے نہ کہی ہو اور نہ کی ہو۔ وضع حدیث ایک گناہ کبیرہ ہے اور اس کا مقصد عام طور پر دین میں فساد پیدا کرنا یا ذاتی یا سیاسی فائدے حاصل کرنا ہوتا ہے۔ وضع حدیث کی مختلف اقسام درج ذیل ہیں:

1. **مطلق وضع:** یہ وہ حدیث ہے جس میں پورا کلام نبی کریم ﷺ کی طرف جھوٹا منسوب کیا گیا ہو۔

مثال: کسی نے یہ حدیث گھڑی:

من صلى أربعين ليلة في المسجد دخل الجنة بغير حساب.

"جس نے چالیس راتیں مسجد میں نماز پڑھی، وہ بغیر حساب کے جنت میں داخل ہو گا۔"

یہ حدیث موضوع ہے اور نبی کریم ﷺ کی طرف جھوٹ منسوب کیا ہے۔

2. **مضمون کو بدل دینا:** یہ وہ حدیث ہے جس میں اصل حدیث کے الفاظ کو بدل دیا جائے یا اس کے مفہوم کو بدل کر پیش کیا جائے۔

مثال: ایک اصل حدیث ہے:

إنما الأعمال بالنيات. [29]

"اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔"

وضع کرنے والے نے اسے یوں گھڑ لیا:

Dialogue Social Science Review (DSSR)
www.thedssr.com

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146

DIALOGUE SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol. 3 No. 3 (March) (2025)

إنما الأعمال بالتوكل.
"اعمال کا دار و مدار توکل پر ہے۔"
3.سند میں جعل سازی: ایسی احادیث جن میں اصل حدیث کی سند میں جھوٹا اضافہ کیا جائے یا کسی جھوٹے راوی کو شامل کیا جائے۔
مثال: کسی نے صحیح حدیث کی سند میں ایسا جھوٹا نام شامل کر دیا جو قابل اعتماد نہ ہو۔
حدثنا فلان بن فلان، عن أبي بكر، عن رسول اللّٰہ ﷺ.
جبکہ ایسا راوی وجود ہی نہیں رکھتا۔
4. جزوی وضع: یہ وہ حدیث ہے جس میں اصل حدیث کے ساتھ کچھ الفاظ کا اضافہ کر دیا جائے تاکہ وہ اپنی بات کو تقویت دے سکے۔
مثال: ایک صحیح حدیث ہے:
طلب العلم فريضة على كل مسلم. [30]
"علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔"
وضع کرنے والے نے اس میں اضافہ کیا:
"والمسلمة." (اور ہر مسلمان عورت پر بھی۔)
اگرچہ اضافی حصہ معنی کے لحاظ سے درست ہے لیکن یہ نبی کریم ﷺ کا قول نہیں۔
5. بغرضِ تعریف یا تنقیص: یہ وہ احادیث ہیں جو کسی شخص، قوم یا فرقے کی تعریف یا تنقیص کے لیے گھڑی جائیں۔
مثال: کسی نے حضرت علی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ کی محبت میں یہ حدیث گھڑ لی:
أنا مدينة العلم وعلي بابها.
"میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔"
یہ حدیث موضوع ہے۔
6.احادیث بغرض سیاست: یہ وہ احادیث ہیں جو سیاسی یا گروہی مفادات کے لیے گھڑی گئیں ہوں۔
مثال: بعض لوگوں نے بنی امیہ یا بنی عباس کے حکمرانوں کی تعریف میں احادیث گھڑیں تاکہ انہیں عوام میں محبوب بنایا جا سکے۔
احتیاط اور تنبیہ:
احادیث کی تحقیق اور سند کی جانچ علماء محدثین کی ذمہ داری رہی ہے تاکہ امت کو موضوع احادیث سے بچایا جا سکے۔ ہم پر لازم ہے کہ احادیث کے بارے میں تحقیق کریں اور کسی بھی حدیث کو قبول کرنے سے پہلے اس کی صحت کی تصدیق کریں۔

حوالہ جات:

1. سورة النجم: 3-4
2. سورة الحشر:07
3. سورة النساء:80
4. سورة آل عمران:31
5. سورة النساء:65
6. سورة النحل:44
7. مشکوٰۃ شریف:186
8. سنن ابی داؤد:4604
9. صحیح البخاری:6570
10. سورة المائدہ:105
11. سورة الطلاق:06
12. سورة التوبہ:31
13. سورة التحریم:01
14. صحیح المسلم:7510
15. سنن ابی داؤد:3646
16. المستدرک للحاکم:362
17. جامع ترمذی:621

Dialogue Social Science Review (DSSR)
www.thedssr.com

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146

DIALOGUE SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol. 3 No. 3 (March) (2025)

18. سنن ابی داؤد:2917
19. صحیح المسلم:538
20.سنن ابی داؤد:4530
21. صحیح المسلم:6397
22.صحیح البخاری:113
23.مسند احمد:7018
24.صحیح البخاری:6197
25.صحیح المسلم:05
26.صحیح المسلم:01
27. صحیح المسلم:03
28.صحیح المسلم:15
29.صحیح المسلم:4927
30.سنن ابن ماجہ:224